نثر المرجان از علامہ ارکاٹی کا منہج واسلوب

(مقالہ اول اصول رسم کا خصوصی مطالعہ)

منیبہ رضوی*

محمد فاروق حیدر**

قرآن کریم اللہ سبحان وتعالیٰ کی جانب سے بنی نوع انسان کو عطا کیا جانے والا وہ سرچشمہ ہدایت ہے جس کی تقریر وتحریر میں نہ توکسی بھی قسم کی تحریف کا شائبہ ہے اور نہ امکان کیونکہ اس کی پاسبانی کے حقوق خود رب تعالیٰ نے اپنے پاس محفوظ فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کے جو اسباب وانداز اختیار کیے ان میں دو معروف طرق ضبط فی صدور اور ضبط فی السطور ہیں۔ رسم قرآنی کا تعلق بلاشبہ ضبط فی السطور سے ہے جس میں قرآن کریم کے الفاظ ان کا رسم الخط اور ان کے حروف کی کیفیت وغیرہ سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ بحث ہر دور میں علماء کی خصوصی دلچسپی کا موضوع رہی اور علماء نے اپنی بساط کے مطابق رسم اور اس کے اصول وضوابط پر روشنی ڈالی ہے۔ انہیں علماء میں ایک اہم نام علامہ ارکاٹی کا ہے جن کی کتاب نثر المرجان فی رسم نظم القرآن اس فن میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ کتاب کے منہج واسلوب سے قبل مؤلف کتاب کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

علامہ ارکاٹی کا نام ونسب محمد غوث بن ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد بن عبد اللہ ہے۔ آپ ہندوستان میں شہر ارکاٹ کے علاقے محمد پور میں رمضان ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ ارکاٹ کی نسبت سے ارکاٹی مشہور ہوئے۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ آپ نے اپنے جد امجد نظام الدین احمد سے ایک عرصہ تک تعلیم حاصل کی اور حدیث کی سند بھی حاصل کی۔ دادا بزرگوار نظام الدین احمد کے وصال کے بعد مولانا امین الدین صدیقی سے خوب فیض پایا۔ آپ نے ان کی معیت میں حصول علم کے لیے رامنات کا سفر بھی کیا اور ان سے بہت سی درسی کتب پڑھیں۔ استاذ گرامی امین الدین کے دار فانی سے کوچ کر جانے کے بعد آپ واپس مدراس آگئے اور یہاں عبد العلی بن نظام الدین لکھنوی سے استفادہ کیا۔ ۱۲۱۳ھ میں آپ نے حیدر آباد کا سفر بھی کیا۔ آپ کا وصال گیارہ صفر المظفر بروز ہفتہ ۱۲۳۸ھ کو ہوا۔(۱)

آپ نے اپنے پیچھے جو یادگار علمی سرمایہ چھوڑا ان میں نثر المرجان فی رسم نظم القرآن، الفوائد الصبغیہ فی شرح الفرائض السراجیۃ، سواطع الانوار فی معرفۃ اوقات الصلاۃ والاسحار، بسط الیدین لاکرام الابوین، ارجوزۃ فی القاب سیدنا علیؓ، کفایۃ المبتدی فی الفقۃ الشافعی، زواجر الارشاد الی دار الجھاد، تعلیقات علی مختصر ابی شجاع، تعلیقات علی شرح قطر الندی،

---

*پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

مسائل فی الفقہ الشافعی، النصب الآخر من الکافی مختصر الکفایۃ، حواش علی القاموس، الشافی شرح الکافی، فی النحو، النجم الوقاد شرح قصیدہ بانت سعاد، وسائل البرکات شرح دلائل الخیرات، نحور الفوائد وبحور الفرائد فی المواریث وغیرہ یہ تمام عربی زبان میں (۲) جبکہ انھار المفاخر فی مناقب السید عبدالقادر، الیواقیت المنثورہ فی الاذکار الماثورہ، بسائم الازھار فی الصلاۃ علی سید الابرار، ھدایۃ الغوی الی المنہج السوی، فی طب النبیؐ، خواص الحیوان، رشحات الاعجاز فی تحقیق الحقیقۃ والمجاز، رسالۃ فی الرد علی خواجہ کمال الدین، برھان الحکمۃ ترجمۃ ھدایۃ الحکمۃ، الفتاوی الناصریۃ فی فقہ الحنفیۃ، خلاصۃ البیان فی شرح عقیدۃ عبدالرحمن (المرادبہ الجامی) اور زبدۃ العقائد وغیرہ جیسی کتب فارسی زبان میں تحریر فرمائیں۔(۳)

نثر المرجان کا اجمالی تعارف:

نثر المرجان فی رسم نظم القرآن رسم قرآن پر لکھی جانے والی علامہ ارکاٹی کی مایہ ناز علمی شناخت ہے۔ یہ کتاب رسم مصحف کے مباحث پر تحریر شدہ جامع علمی موسوعہ ہے جو سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ بنیادی طور پر یہ علمی اور وقیع مجموعہ دو مقالات کا جامع ہے۔

۱۔ مقالہ اول مبادیات رسم سے متعلق اصول و قواعد پر مشتمل ہے جس کو مؤلف نے پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان پانچ ابواب کو مزید فصول میں تقسیم کرتے ہوئے رسم کے اصول و قواعد سے بحث کی ہے۔

۲۔ مقالہ دوم فروش الحروف کے بارے میں ہے اس میں علامہ نے قرآن مجید کے کلمات ان کے رسم، قرات اور اعراب وغیرہ کو مصحف عثمانی کی ترتیب سور کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔

ان دو مقالات سے قبل کتاب میں مقدمہ مؤلف اور مقدمہ مبادیات رسم بھی شامل کیا گیا ہے۔

یہاں موضوع بحث مقالہ اول یعنی رسم کے اصول و قواعد ہیں جس میں مؤلف کے اسلوب وبیان اور کتاب میں مؤلف کے منہج واسلوب کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ متقدمین علمائے رسم نے رسم مصحف پر جو کچھ تحریر کیا یہ کتاب تقریباً ان سب کی جامع ہے۔ اس کتاب میں قرآنی کلمات کو الحمد تا الناس ترتیب مصحف عثمانی کے مطابق جمع کیا گیا ہے اور ان کے رسم، تحریر کے ضوابط واعراب اور اوزان وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کے بنیادی مصادر:

مقالہ اول کے آغاز میں تمہیدی بیان میں مؤلف نے قاری کی توجہ ان معتبر مصادر کی جانب مبذول کروائی ہے جن سے اس کتاب کی تیاری میں بھرپور مدد لی گئی ہے، فرماتے ہیں:

واعلم انی اعتمدت فی استخراج ما احرر فی ھذا الکتاب علی الکتب المعتبرۃ منھا (۴)

اس کے بعد ان کتب معتبرہ کے نام درج کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ المقنع از ابو عمرو دانی

۲۔ القصیدۃ الرائیۃ المسماۃ بالعقیلۃ از ابو القاسم شاطبیؒ

۳۔ شرح العقیلۃ المسمی بالوسیلۃ از علی بن محمد سخاوی

۴۔ النشر فی القراءات العشر از ابن جزری

۵۔ الاتقان فی علوم القرآن از سیوطی

۶۔ المصحف الجزری از طاہر بن عرب اصفہانی (۵)

ان مصادر کے علاوہ بھی کچھ مصادر ایسے ہیں جن کا ذکر مقدمہ میں نہیں کیا گیا لیکن کتاب میں حوالے موجود ہیں ان میں سے ایک ''رسالہ'' (رسم مصحف) ہے جو آپ کے نانا محمد حسین شہید کی تالیف ہے۔ اس کے علاوہ ایک کتاب خلاصۃ الرسوم ہے جس کے مؤلف عثمان بن حافظ عبدالرحمن طالقانی ہیں۔ اس کتاب کی عبارتیں مؤلف کا نام لیے بغیر فقط'' قال صاحب الخلاصۃ'' جابجا موجود ہیں، بعینہ ایک اور کتاب ''خزانۃ الرسوم'' جس کے مؤلف خواجہ محمد معصوم بن ملا محمد رحیم ہیں، کے حوالے بھی اسی طرز پر دیئے گئے ہیں کتاب میں اس کی مثالیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

نثر المرجان میں مبادیات رسم:

کتاب کے آغاز میں علامہ ارکاٹی نے رسم کے مبادیات کے بارے ایک مقدمہ قائم کیا ہے اس کا آغاز یوں کرتے ہیں:

اعلم ان علم الخط ما يبحث فيه عن كيفية كتابة الالفاظ، من مراعاة حروفها لفظاً او اصلاً، والزيادة والنقص والوصل والفصل والبدل....(٦)

پھر رسم الخط کی ابتداء کب اور کس نے کی بعد ازاں جمع قرآن کے ادوار ثلاثہ کی مختصر تاریخ بیان کرنے کے بعد دور عثمانی میں تیار کیے جانے والے مصاحف کی تعداد کے بارے مختلف فیہ اقوال نقل کیے ہیں اور امام جزری کا قول جس کے مطابق کل آٹھ مصاحف تیار کیے گئے کو ترجیح دی ہے۔ امام جزری کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اقول: هذا يدل على ان النسخ ثمانية۔(۷)

آپ نے امام جزری کا اس بارے بھی قول نقل کیا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ ان مصاحف عثمانیہ میں جو کچھ ہے اس کو قبول کیا جائے اور اس کے ماسوا کو ترک کردیا جائے۔(۸)

مصاحف عثمانیہ ان تمام حروف سبعہ کے رسم کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں جو عرضہ اخیرہ کے جامع تھے۔ آپ نے اس بارے ابن جزری کے حوالے سے ایک جامع قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

اعلم انَّ جما هير العلماء من السلف والخلف وائمة المسلين ذهبوا الى انَّ المصاحف العثمانية مشتملة على ما يحتمله رسمها من الاحرف السبعة التى انزل بها القرآن، جامعة للعرضةِ الاخيرة التى عرضها النبى على جبريل عليه السلام ، متضمنه لها، لم تترک حرفاً منها؛ لانّ الصحابة اجمعوا على نقلها من الصحف التى كتبها ابو بكر و عمر، واجمعوا على ترك ما سوى شيى ئ من القرآن۔ (۹)

جان لیجئے کہ سلف و خلف کے جمہور علماء اور آئمہ کا موقف ہے کہ مصاحف عثمانیہ، سات حروف جن پر قرآن نازل ہوا میں سے صرف ان حروف پر مشتمل ہیں جن کی رسم میں گنجائش موجود تھی جو اس عرضہ اخیرہ کے جامع تھے جس کا دور آپؐ نے جبرائیلؑ سے کیا۔ اس میں عرضہ اخیرہ کے وہ تمام حروف موجود تھے جن میں سے کسی ایک حرف کو بھی نہیں چھوڑا گیا کیونکہ صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کو ان صحف سے نقل کیا گیا جن کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے لکھا اور قرآن میں اسکے ماسوا ہر شے کو ترک کئے جانے پر بھی ان کا اجماع ہے۔

علامہ موصوف نے جمہور علماء کی اس رائے سے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ مصاحف عثمانیہ کو نقل کرتے وقت ان کی مخالفت کسی بھی صورت جائز نہیں۔

لا يجوز مخالفة المصاحف العثمانية فى الكتابة۔(۱۰)

اپنی اس رائے کی تائید میں ارکاٹی صاحب نے دیگر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں مثلاً امام مالک کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

سئل مالک،قيل له: ارايت من استكتب مصحفاً اليوم اترى ان يكتب اليوم عل احدثه الناس من الهجاىٔ ؟ فقال: لا ارى ذلک. ولكن يكتب على الكتبة الاولى۔ (۱۱)

امام احمد کی اس بارے رائے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں:

يحرم مخالفة خط مصحف عثمان فى واوٍ او ياىٔ او الفٍ او غير ذلک۔ (۱۲)

واو، یا اور الف وغیرہ کے بارے میں مصحف عثمانی کے رسم الخط کی مخالفت حرام ہے۔

امام بیہقی کا اس بارے قول نقل کیا وہ فرماتے ہیں:

من كتب مصحفاً فينبغى ان يحافظ على الهجاء الذى كتبوا به تلك المصاحف، ولايخالفهم فيه، ولا يغير مما كتبوه شيئاً. فانهم كانوا اكثر علما، واصدق قلبا ولسانا، واعظم امانة منا، فلا ينبغى ان نظن بانفسنا استدراكاً عليهم۔ (۱۳)

جو شخص مصحف کی کتابت کرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہجا کی حفاظت کرے جن کے ساتھ ان مصاحف کو لکھا گیا اور اس میں ان کی مخالفت نہ کرے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کرے جو کچھ انہوں نے لکھا کیونکہ ان کا علم

بہت زیادہ تھا، زبان و قلب کی سچائی اور امانت میں ہم سے بہت بڑھ کر تھے۔ اس لیے ہمارے لیے یہ درست نہیں کہ ہم اپنی طرف سے یہ گمان کر لیں کہ ان سے کوئی کمی رہ گئی تھی جس کو ہم پورا کر رہے ہیں۔

مبرد سے روایت بیان کی ہے:

روی عن المبرد انه قال: خط المصحف مسلم لا یخالف ولایتجاوز فیه عن خط زید بن ثابت۔(۱۴)

مبرد سے روایت ہے فرماتے ہیں خط مصحف ثابت شدہ ہے۔ زید بن ثابت کے خط سے نہ تجاوز کیا جائے گا نہ اس کی مخالفت کی جائے گی۔

اسی طرح صاحب خزانہ کسائی سے روایت نقل کرتے ہیں جس کو علامہ ارکاٹی نے بھی نقل کیا فرماتے ہیں:

ذکر صاحب الخزانة عن الکسائی انه قال: فی خط المصحف عجائب و غرائب تحیرت فیها عقول العقلاء، وعجزت عنها آراء الرجال البلغاء و کما ان لفظ القرآن معجز فکذلک رسمه خارج عن طوق البشر۔(۱۵)

صاحب خزانہ نے کسائی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ خط مصحف میں ایسے عجائب و غرائب ہیں جس سے عقلاء کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور اہل بلاغت کی آراء عاجز ہو جاتی ہیں، جس طرح قرآن مجید کے الفاظ معجزہ ہیں اسی طرح اس کا رسم بھی بشری طاقت سے باہر ہے۔

بعد ازاں مصحف کو نقطہ اور شکل دینا اس میں فواتح و خواتیم وغیرہ مقرر کرنا اس بارے مختلف فیہ آراء نقل کی ہیں۔ کہتے ہیں اس بارے کچھ علماء مخالفت کے قائل ہیں اور کچھ نے اجازت دی ہے جبکہ بعض نے مستحب جانا ہے اور جن لوگوں نے ممانعت کی ہے انہوں نے ابن مسعودؓ کے قول جردوا القرآن ولا تخلطوه بشی ئ ۱۶ سے تمسک اختیار کیا ہے۔ اس بارے علامہ ارکاٹی نے امام دانی کی کتاب کی جانب قاری کی توجہ مبذول کروائی ہے کہ اس بارے تفصیل کے لیے امام دانی کا رسالہ موجود ہے۔

اقول و قد صنف الدانی فی ذلک رسالة۔(۱۷)

مزید برآں آداب کتابت اور حرکات دینے کے بارے بھی اقوال و آراء نقل کی ہیں۔ اس مقدمہ کے اختتام پر اس کلام معجز قرآن کو جمع کرنے اور اس کا نام تجویز کرنے کی بابت روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان المصحف الامام باتفاق العلماءهوا المصحف الذی اتخذه عثمان بن عفان لنفسه۔(۱۸)

جان لو کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مصحف امام سے مراد وہ مصحف ہے جو حضرت عثمان بن عفانؓ نے اپنے پاس رکھا۔

اصول رسم میں علامہ ارکاٹی کا اسلوب:

مبادیات کے بعد علامہ ارکاٹی نے مقالہ اول اصول رسم مصحف کے بارے قائم کیا ہے۔ ابن جزری کے حوالے سے آپ نے رسم کے مفہوم پر یوں روشنی ڈالی ہے:

اعلم ان المراد من مرسوم الخط فی اصطلاح الفن هو خط المصاحف العثمانية التی اجمع الصحابة عليها، ذكره الجزری فی النشر، ثم قال: واعلم ان المراد بالخط الكتابة، وهو على قسمين: قياسی و اصطلاحی، فالقياسی ما طابق فيه الخط اللفظ، والا صطلاحی ما خالفه بزيادة او حذف او بدل او وصل او فصل ۔ وله قوانين واصول يحتاج الى معرفتها .... (۱۹)

"جان لیجئے فنی اصطلاح میں مرسوم الخط سے مراد مصاحف عثمانیہ کا خط ہے، جس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، امام جزری نے کتاب النشر میں اس بارے ذکر کیا ہے اور پھر فرمایا کہ بے شک خط سے مراد کتابت ہے اور اس کی دو اقسام ہیں، قیاسی اور اصطلاحی، قیاسی وہ ہے جس کا خط لفظ کے مطابق ہو اور اصطلاحی وہ ہے جو قیاسی رسم کی مخالفت کرتا ہے زیادتی، حذف، بدل اور وصل و فصل میں اور اس کے اصول و قوانین ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔"

علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں بہت سے علماء نے اس موضوع پر قلم کشائی کی ہے۔ آپ نے ان میں سے چند نام بھی درج کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

وقد صنف العلماءفيه كتبا كثيرة، قديماوحديثا ، كابی حاتم و نصير، وابی بكر بن ابی داود، وابی بكر بن مهران، وابی عمرو الدانی، والصاحب ابی داود، والشاطبی. والحافظ ابی العلاءو غيرهم۔(۲۰)

رسم کی بحث میں انتہائی اہم قواعد کی بحث ہے۔ علمائے رسم نے مجموعی طور پر رسم کے کل چھ قواعد بیان کیے ہیں۔ ہر شخص کا انداز بیان منفرد ہے۔ علامہ دانی نے المقنع میں ان قواعد پر مبسوط کلام کیا اور آپ نے اہل امصار کے مابین رسم کی اختلافی آراء کو بھی نقل کیا۔(۲۱)

اسی طرح علامہ زرکشی نے اپنی کتاب البرھان فی علوم القرآن کی نوع نمبر ۵۲ علم مرسوم الخط میں رسم مصحف کے قواعد و مندرجات کو بیان کیا ہے لیکن آپ تمام قواعد زیر بحث نہیں لائے۔ ۲۲ جبکہ علامہ سیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں رسم الخط کے چھ قواعد بمعہ امثلہ پیش کیے ہیں ان قواعد سے پہلے آپ فرماتے ہیں:

وسنحصر امرالرسم فی: الحذف، والزيادة، والهمز، والبدل، والفصل، وما فيه قراءتان فكتب على احداهما۔(۲۳)

الزیادۃ والاحسان میں ابن عقیلہ نے بھی رسم کے چھ قواعد مع امثلہ بیان کیے ہیں:

وقد انحصرالرسم فی الحذف والاثبات والزيادة، والهمز والبدل والوصل والفصل، وما فيه قرا ءتان يكتب على احدهما۔(۲۴)

علامہ ارکاٹی نے انہیں چھ قواعد کو اصول رسم کے عنوان سے پانچ ابواب میں شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ آپ نے باب اول میں اثبات وحذف دونوں قواعد، باب دوم میں زیادتی، باب سوم میں بدل، باب چہارم میں وصل وقطع جبکہ پانچویں اور آخری باب میں ہمزہ کے اصول و قواعد کے بیان کا التزام کیا ہے۔ یہاں ان قواعد کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے۔

باب اول، اثبات وحذف کے بارے ہے جو تین فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول الف کے حذف اور اثبات کے بیان میں، فصل دوم واو کے حذف واثبات کے بارے، جبکہ فصل سوم میں ''یائی'' کے حذف واثبات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل اول کا موضوع ''الف'' کا حذف واثبات ہے۔ کتابت مصحف میں ''الف'' کن مقامات سے حذف کیا جاتا ہے اور کن مقامات پر اس کا اثبات ہے علامہ ارکاٹی نے اس بارے قرآنی امثلہ وشواہد سے وضاحت کی ہے اور وہ تمام قواعد بیان کئے ہیں جن کے ذریعے الف کے اثبات وحذف کی تصدیق ہوتی ہے اور مصاحف عثمانیہ سے اس کے شواہد ملتے ہیں۔ علامہ نے اس بارے علمائے رسم اور علمائے عربیہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ آپ نے علمائے رسم اور علمائے لغت کے لیے فریقین کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ کن مقامات پر ان علماء کی رائے متفق اور کس مقام پر اختلافی ہے یہ امور بھی شامل بحث ہیں۔

اس فصل میں پہلی مثال لفظ ''اللہ'' میں الف کے حذف واثبات کی بابت بیان کی ہے فرماتے ہیں:

"اللہ": اصله الاہ کفعال، بمعنی مالوہ، کذافی القاموس۔(۲۵)

پھر دیگر علمائے رسم اور لغت کے اس بارے اقوال بیان کیے ہیں اور لکھا ہے علمائے رسم اور علمائے لغت کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ ہر جگہ لام ثانیہ کے بعد کا الف حذف کیا گیا ہے۔(۲۶)

الف کے حذف ہونے کی وجہ کثرت استعمال کے باعث کتابت میں تخفیف کا حصول ہے۔(۲۷)

اسی طرح ہر جگہ الٰہ میں سے لام کے بعد کا الف بھی حذف کیا جاتا ہے اور اس پر فریقین کا اجماع ہے۔۔۔ چاہے وہ مفرد ہو جیسے لا الہ الا انت (۲۸) اور چاہے وہ مضاف ہو یا مضاف الیہ جیسے اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ (۲۹) لَذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ (۳۰،۳۱)

الف کے کتابت سے حذف واثبات کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں۔

علامہ ارکاٹی لکھتے ہیں ان میں ایک مثال القیٰمۃ ہے اس لفظ میں یا کے بعد الف کے حذف کئے جانے پر ارباب رسم کا اتفاق ہے چاہے یہ جہاں بھی آئے اور ایسا کرنا اختصار کی غرض سے ہے۔(۳۲)

حذف الف کی ہی ایک اور مثال الشیطن ہے۔ اس بارے علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں۔ ارباب رسم کا اتفاق ہے کہ کتابت مصحف میں ط کے بعد والا الف کتابت سے حذف کیا جاتا ہے چاہے وہ قرآن میں جہاں بھی اور جیسے بھی وارد ہوا ہو۔ اس کی وضاحت میں آپ نے قرآن مجید سے پانچ نظائر نقل کئے ہیں جن میں تین مثالیں معرفہ آنے کی صورت میں اور دو نکرہ آنے کی صورت میں ہیں معرفہ اور نکرہ دونوں کی ایک ایک مثال درج ذیل ہے۔

معرفہ کی صورت میں: فَاستَعِذْبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيمِ (۳۳)

نکرہ کی صورت میں: وَحَفِظْنٰهَا مِن كُلِّ شَيطٰنٍ رَّجِيمٍ (۳۴،۳۵)

علامہ فرماتے ہیں بعینہ قاعدہ لفظ سلطٰن کا ہے اہل رسم کا اتفاق ہے کہ ''ط'' کے بعد والا الف اختصار کی غرض سے حذف کیا جائے گا قرآن میں جہاں بھی وارد ہو چاہے یہ مفرد مرفوع آئے جیسے اِنَّهُ لَيسَ لَهُ سُلطٰن (۳۶) چاہے مجرور آئے جیسے مَّا اَنزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِن سُلطٰنٍ (۳۷) چاہے مضاف آئے جیسے اِنَّمَا سُلطٰنُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّونَهُ (۳۸،۳۹) علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں اس لفظ (سلطن) کے علاوہ کوئی بھی لفظ جو فعلان کے وزن پر ف کلمہ مضمومہ کے ساتھ وارد ہوگا اس میں الف کو رسم میں حذف نہیں کیا جائے گا مثلاً بُنیان، طُغیان، کُفران، قُربان، خُسران وغیرہ اور اسی طرح جو لفظ ف کلمہ مکسورہ کے ساتھ وارد ہوگا فِعلان کے وزن پر تو اس میں الف کا اثبات ہوگا مثلاً صِنوان، قنوان وغیرہ (۴۰)

اسی طرز پر مؤلف نے تمام قواعد تفصیلاً اور تصریحاً بیان کئے ہیں ہر ایک قاعدہ کی وضاحت میں قرآنی نظائر صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔

اس بحث کا اکثر و بیشتر حصہ علامہ ارکاٹی نے امام دانی کی کتاب المقنع سے نقل کیا ہے لیکن جس شرح و بسط کے ساتھ علامہ ارکاٹی نے بحث کے اصول و ضوابط اجاگر کئے ہیں اس قدر تفصیل علامہ دانی کے ہاں نہیں ملتی بلکہ وہاں قرآنی امثلہ کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حذف الف کی بحث کے دوران مختلف مقامات پر بحث کے آخر میں علامہ ارکاٹی نے ''کما نص علیہ الدانی'' کے الفاظ کے ساتھ اپنی بحث کو موکد بنایا ہے۔

فصل دوم واو کے حذف واثبات سے متعلق اصول و قواعد کی جامع ہے۔ اس بارے فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ واو کو حروف میں حذف کیا جاتا ہے جہاں بھی دو واو جمع ہوں چاہے وہ اصلی ہوں یا اصلی نہ ہوں یا یہ کہ وہ ہمزہ کی صورت میں ہوں یا نہ ہوں۔ واو کے حذف کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اگر دونوں واوین اصلی ہوں تو ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے اختصار کے لیے یا پھر دو ایک جیسے واو کی صورتوں کو اکٹھا کئے جانے کی کراہت کی وجہ سے مثلاً داوٗد (۴۱) اصلاً داوود ہے۔

۲۔ اگر پہلا واو اصلی ہو اور دوسرا جو زائد ہے بنائے کلمہ سے ہو مثلاً المَوءُدة (۴۲)

۳۔ اگر پہلا واو اصلی ہو اور دوسرا واو جمع کے لئے ہو برابر ہے کہ ما قبل الف ساکن ہو جیسے الغاوٗن (۴۳) یا پھر بغیر الف کے ہو مثلاً ولا تلوٗن ۴۴ یا متحرک مفتوح ہو جیسے لایستوٗن (۴۵) یا مضموم ہو جیسے لیسوٗا (۴۶)

۴۔ پہلا واو ہمزہ کی صورت ہو اور دوسرا واو اصلی ہو مثلاً ولا یؤدہ (۴۷)

۵۔ پہلا واو ہمزہ کی صورت ہو اور دوسرا زائد بنائے کلمہ سے ہو جیسے رءوف (۴۸)

۶۔ پہلا واو ہمزہ کی صورت ہو اور دوسرا جمع کے لیے ہو تو ان صورتوں میں چاہے واو سے پہلے الف ہو جیسے جاءو (۴۹) وباءو ۵۰ یا بغیر الف کے مفتوح ہو مثلاً ویدرءون (۵۱)

فریقین کا اجماع ہے مذکورہ بالا تمام صورتوں میں واوین میں سے ایک واو حذف ہو گا۔ (۵۲)

اسی طرح مؤلف نے حذف واو کی دیگر مثالیں اور قواعد بیان کیے ہیں۔ علامہ ارکانی نے اس ضمن میں مختلف فیہ آراء اور ساتھ ساتھ اپنی رائے بھی درج کی ہے۔ لکھتے ہیں:

علمائے رسم کا اتفاق ہے قرآن میں را کے بعد ہمزہ کی صورت میں آنے والی واو کو حذف کیا جائے گا چاہے وہ معرف بالام آئے جیسے الرءیا التی اریناک ۵۳ چاہے یائے متکلم کی طرف مضاف کی صورت میں آئے جیسے ہذا تاویل رءیای (۵۴) یا چاہے کاف الخطاب ہو جیسے لا تقصص رءیاک (۵۵، ۵۶)

تیسری فصل "یائ" کے حذف و اثبات کے بارے قائم کی گئی ہے۔ علامہ ارکانی فرماتے ہیں حروف میں سے یاء کو حذف کیا جاتا ہے فرماتے ہیں:۔

تحذف الیاءُ فی حروف: منها ما اجتمع فیه یاءان ، سواءٌ کانت احداهما صورة همزة اولا، وسواء کانت الثانیة علامة جمع اولا، ویتحقق فی صور.... (۵۷)

حروف میں سے یاء کو حذف کیا جاتا ہے۔ جب ان میں دو "یائ" جمع ہو جائیں چاہے ان میں سے ایک ہمزہ کی صورت میں ہو یا نہ ہو اور چاہے دوسری جمع کی علامت ہو یا نہ ہو اور اس کی صورتیں ہیں۔

پھر علامہ ارکانی نے یائے محذوفہ کی پانچ اقسام بیان کی ہیں یہاں ہر قسم اور ان کی ایک ایک مثال بیان کی جائے گی۔

ا۔ جب یاین میں سے پہلی یاء صورت ہمزہ میں ہو اور دوسری جمع کی علامت ہو مثلاً متکئین (۵۸، ۵۹)

اس بارے لکھتے ہیں:

یاء کو صورت ہمزہ میں حذف کرنے پر علمائے رسم کا اتفاق ہے جس طرح علامہ دانی فرماتے ہیں:

المحذوفة هی صورة الهمزة؛ کراهة اجتماع یاءین فی الخط۔ (۶۰)

یعنی یائے محذوفہ ہمزہ کی صورت میں ہو گی اور رسم الخط میں یاین کا اجتماع درست نہیں ہے۔

۲۔ پہلی یاء ہمزہ کی صورت میں ہو اور دوسری یاء جمع ہو مثلاً وَرِءْيًا (۶۱) إِسْرَٰٓءِيلَ (۶۲،۶۳)

۳۔ پہلی یاء ہمزہ کی شکل میں نہ ہو اور دوسری جمع کی صورت ہو مثلاً الْحَوَارِيِّنَ (۶۴، ۶۵)

۴۔ پہلی یا ھمزہ کی صورت میں نہ ہو اور دوسری جمع کی علامت نہ ہو چاہے وہ مرفوع اصلی ہو جیسے يُحْيِي ۶۶ چاہے منصوب ہو جیسے لِّنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً (۶۷)

۵۔ یاء اول اصلی ہو اور ثانی ہمزہ کی صورت میں تو ایک یاء کے حذف کیے جانے پر علمائے رسم کا اتفاق ہے مثلاً السيئات (۶۸،۶۹)۔

ایسے ہی دیگر قواعد اور ان کی مثالیں یاء کے حذف و اثبات کی فصل میں بیان کی ہیں۔ حذف و اثبات یاء کی بحث کے اختتام پر علامہ ارکاٹی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ قرآن میں الف، واو اور یاء یعنی حروف علت کے علاوہ بھی حذف پایا جاتا ہے جیسا کہ ہمزہ .... یہاں تاء، لام اور نون کے حذف کو تین انواع کے تحت بیان کیا جائے گا۔ ۷۰ بعد ازاں علامہ ارکاٹی نے ان تینوں انواع کو مع امثلہ بیان کیا ہے۔

دوسرا باب زیادات کے بارے میں ہے اس کی تین فصول ہیں جو یکے بعد دیگرے الف، واو اور یاء کی زیادتی کے بیان میں ہے۔ اس باب کے آغاز میں لکھتے ہیں:

اعلم ان الاصل فی کل کلمة ان تکتب بصورة لفظها، وقد تزاد علی خلاف الاصلِ احرف، لعلل اخری، ولا تزاد من الحروف رسما غیر الالف والواو والیاءِ۔(۷۱)

کلمات کو ان کی اصلی صورت یعنی ملفوظ کے مطابق لکھنا ہی اصل ہے لیکن بعض اوقات اس اصل کے خلاف بعض حروف کا رسم میں دیگر علل کی وجہ سے اضافہ کیا جاتا ہے اور الف، واو اور یاء کے علاوہ حروف کا رسم میں اضافہ نہیں کیا جاتا۔

مختلف مقامات پر الف زائد ہوتا ہے علامہ ارکاٹی نے ایسے مقامات کی قرآنی امثلہ کے ساتھ وضاحت کی ہے یہاں پہلے مقام کی وضاحت درج ذیل ہے۔

الف کو مختلف مقامات پر زائد لکھا جاتا ہے: جیسا کہ جمع کی واو کے بعد جو فعل میں واقع ہو علمائے رسم کا جمع کی واو کے بعد الف کی زیادتی پر اتفاق ہے چاہے وہ فعل ماضی ہو یا مضارع، منصوب ہو یا مجذوم، امر ہو یا نہی، جب بھی واو متطرفہ ہو گی مثلاً ءامنوا ۷۲ نسوا الله ۷۳ فذوقوا ۷۴ وغیرہ ۷۵۔ اس فصل میں اسی طرز پر دیگر قواعد و امثلہ بیان کی گئی ہیں۔

دوسرے باب کی دوسری فصل واو کی زیادتی کے بارے میں ہے۔ علامہ ارکاٹی لکھتے ہیں قرآن میں جن مواقع پر واو کا اضافہ کیا جاتا ہے، درج ذیل ہیں۔

أُولَٰئِكَ ۷۶ وأولئكم ۷۷ أولوا ۷۸ وغیرہ (۷۹)

علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں:

مصاحف اہل مدینہ اور تمام عراقی مصاحف میں درج ذیل مقامات پر واو کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مثلاً

ساوریکم داز الفسقین ۸۰ ساوریکم آیتی (۸۱، ۸۲)

اس باب کی تیسری فصل میں علامہ ارکاٹی نے یاء کی زیادتی پر روشنی ڈالی ہے کہ رسم الخط میں بعض مقامات پر یاء کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے ملا میں الف کے بعد یا کا اضافہ کیا جاتا ہے قرآن میں جیسے بھی اور جہاں بھی آئے۔ جب یہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور مجرور بھی۔

علامہ ارکاٹی نے اس حوالے سے علامہ دانی کا قول نقل کیا ہے۔

قال الدانی: ورایت فی مصاحف اهل المدینة وغیرها: وَمَلَائِهِ (۸۳) وملایهم (۸۴) فی جمیع القران بالیاءبعد الهمزة (۸۵)

اسی فصل میں بیان کرتے ہیں:

زیادة الیاءفی "باييد" فی الزاریات فی قوله تعالی: وَالسَّمَاء بَنَيْنَهَا بِأَ ييدٍ ۸۶ وفی نون بأَيّيكُمُ المفتون (۸۷) وغیر ذلک ممّا هو محفوظ لایقاس علیه غیره۔ (۸۸)

مقالہ اول کا تیسرا باب ابدال کے بارے قائم کیا گیا ہے۔ علامہ ارکاٹی نے اس باب کو بھی تین فصول میں تقسیم کیا ہے۔ فصل اول میں الف کے بدل کو زیر بحث لائے ہیں دوسری فصل یا اور واو کے ابدال کی بابت ہے جبکہ تیسری فصل میں باقی ماندہ ضوابط جو ابدال سے متعلق ہیں ان کو موضوع بحث بنایا ہے۔

مؤلف نے فصل اول "الف کے ابدال" کے بارے لکھا ہے:

جان لو کہ الف کو واو کے رسم میں تفخیم کے لئے لکھا گیا ہے اور یہ لکھا جانا دو طرح سے ہے اول صورت ان چار الفاظ کی ہے جو اصولی طور پر ہر جگہ قرآن مجید میں واو کے ساتھ لکھے گئے، جبکہ دوسری صورت ان چار حروف کی ہے جو متفرق طور پر لکھے گئے ہیں کہیں واو اور کہیں الف کے ساتھ۔ ۸۹ وہ چار حروف جہاں مستقل طور پر الف کو واو سے تبدیل کیا گیا وہ درج ذیل ہیں:

الصلوة ۹۰ الحیوة ۹۱ الزکوة (۹۲) الربوا (۹۳)

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب یہ الفاظ ضمیر کی طرف مضاف نہ ہوں چاہے معرف باللام آئیں یا نہ آئیں۔

اپنے اس قول کی دلیل میں علامہ ارکاٹی نے علامہ دانی کی اس بارے روایت نقل کی ہے۔

علامہ ابو عمرو الدانی فرماتے ہیں:

حدثت عن قاسم بن اصبغ قال حدثنا عبدالله بن مسلم بن قتيبة قال: كتب كُتّاب المصاحف "الصلوة"، و "الزكوة"، "والحيوة"، و "الربوا" بالواو. وروى بشر بن عمر عن هارون عن عاصم الجحدرى قال: فى الامام "الصلوة"، و "الزكوة"، و "الغدوٰة"، "والربوا"، بالواو. (۹۴)

مجھ سے قاسم بن اصبغ کی روایت بیان کی گئی انہوں نے کہا ہم سے عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے روایت کی ہے فرماتے ہیں مصاحف کے کاتبوں نے الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الحیوٰۃ اور الربٰوا کو مصاحف میں واو سے لکھا ہے اور بشر بن عمر نے ہارون سے اور انہوں نے عاصم جحدری سے روایت کیا اور کہا کہ مصحف امام میں الصلوۃ، الزکوۃ، بالغدوۃ اور الربوا کو واو کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

اسی طرز پر دیگر قواعد وامثلہ بیان کرنے کے بعد الف کی زیادتی کی بحث کا اختتام امام رضی کے اس قول سے کیا ہے۔

قال الرضى فى شرح الشافية: وقد كتبت "الصلوة"، و "الزكوة" بالواو دلالة على التفخيم۔(۹۵)

اس باب کی دوسری فصل یاء اور واو کی زیادتی کے بارے میں ہے جس میں ابتداً ذوات الیاء سے بحث کی گئی ہے۔

ذوات الیاء یعنی یاء والے حروف جس میں یاء اپنی اصلی صورت میں تھا پھر الف سے تبدیل کر دیا گیا لیکن پھر اسے یاء کی صورت میں لکھا گیا۔

اسم کی صورت میں آئے یا فعل کی صورت میں، اس کے ساتھ ضمیر متصل ہو یا نہ ہو، ساکن یا متحرک سے ملا ہو اہو، اصل کی تغلیب پر ہو اور امالہ کی غرض سے کبھی بھی یائے اول سے پہلے دوسری یاء نہیں آئے گی۔ جیسے

الهدىٰ ۹۶، الهوىٰ ۹۷، العمى ۹۸، مدى ۹۹، عمى ۱۰۰، فتى ۱۰۱ ،فرى ۱۰۲ وغیرہ ۱۰۳ واما ما وقع فيه قبل الياء يائ فترسم بالالف بلا خلاف۔(۱۰۴)

اس بارے اختلاف نہیں کہ اگر یاء سے قبل یا آجائے تو اس کو الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے:

الدنيا ۱۰۵، الرؤيا ۱۰۶، احياها ۱۰۷ وغیرہ(۱۰۸)

علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں یا ین کے جمع کیے جانے کو کتابت میں ناپسند کیا گیا ہے سوائے لفظ یحیی کے چاہے یہ بطور اسم آیا ہو یا فعل مثلاً بطور اسم کی مثال: بغلم اسمه يحيى ۱۰۹ بطور فعل کی مثال: لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيىٰ (۱۱۰)

اسی طرز پر اس فصل میں واو کے بدل کے قواعد اور قرآنی امثلہ بیان کی گئی ہیں۔

تیسری فصل ابدال کے باقی اصولوں پر مشتمل ہے اور اس کا عنوان بھی علامہ ارکاٹی نے اسی مناسبت سے "فی ما بقی من الابدال" ۱۱۱ قائم کیا ہے۔ آپ نے اس فصل میں تنوین، نون تاکید خفیفہ، اذن، کاین اور ھائے تانیث کے اصول و قواعد بمع امثلہ بیان کیے ہیں۔

مقالہ اول کا چوتھا باب وصل و قطع کی معرفت میں ہے۔ قرآن کریم میں کن الفاظ کو قطع کر کے اور کن کو موصولاً مرسوم کیا گیا ہے اور ایسا کرنا کن اصول و ضوابط کے باعث ہے اس باب میں ان امور کو اجاگر کیا گیا ہے۔ علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں:

اعلم ان الاصل فی کل کلمة کانت علی حرفین فصاعداً ان تکتب منفصلة من التی بعدها، اسماً کانت، او فعلاً، او حرفاً الا فی عدة مواضع، ولا یذهب علیک ان الوصل انما یجوز فی ما یقبله من الحروف؛ کالباءواللام و الکاف وتاءِ الضمیر و کافه، بخلاف مالایقبله فانه لا یوصل قط، وهی ستة احرف: الالف والدال مهمله و معجمة، والراءمنقوطة وغیر منقوطة، والواو۔ (۱۱۲)

اس باب میں سب سے پہلے مولف نے "ال" تعریف کے موصول ہونے کے بارے مثالیں پیش کی ہیں مثلاً۔ الکتٰبُ ۱۱۳ الٰمین العٰلمین (۱۱۴) وغیرہ (۱۱۵)۔

یائے ندا کے بارے میں فرماتے ہیں تمام مصاحف میں حرف ندا کی یاء سے الف کو حذف کیا گیا ہے اور جب وہ منادی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے متصل ہو جاتا ہے اور ایک حرف بن جاتا ہے جیسے: یادمُ ۱۱۶ یموسیٰ ۱۱۷ وغیرہ (۱۱۸)

ضمائر متصلہ اپنے سے ماقبل حروف سے ملا کر لکھے جاتے ہیں چاہے وہ حرف واحد ہو یا جمع، مرفوع ہو یا منصوب یا مجرور مثلاً: قُلتَ (۱۱۹) رَبی ۱۲۰ رُسُلِہ ۱۲۱ یحییکم ۱۲۲ وغیرہ۔

حروف ہجائیہ جو سورتوں کے آغاز میں منقطع طور پر آتے ہیں چاہے وہ دو ہوں تین ہوں یا زیادہ ان کو رسم الخط میں ملا کر لکھا جاتا ہے یعنی موصول لکھا جاتا ہے مثلاً

یٰس (۱۲۳) المص ۱۲۴ سوائے حٰم عٓسٓقٓ ۱۲۵ اس کو میم اور عین کے درمیان سے فصل کیا جاتا ہے۔ (۱۲۶)

ان اصولوں کے علاوہ مؤلف نے وصل و قطع کے باب میں درج ذیل کلمات کو بمعہ امثلہ صراحت سے بیان کیا ہے۔

الاَ، انما، اما، اینما، الَّن ،الَّم ،عمَّا، ممَّا، امَّن، عمَّن، بئسما، ممن، کلما، فیما، یومهم، ام استفهامیہ وغیرہ اور کانما، ربما، مهما اور کلمات موصولہ مهموزہ جیسے لئلا وغیرہ ان الفاظ میں سے چند مثالیں اسلوب کی وضاحت میں درج ذیل ہیں۔

الاَّ: ہمزہ پر فتح اور لام پر تشدید کے ساتھ جس کی اصل ان لا ہے۔ ان مصدر اور لا نافیہ ہے۔ ان کو کتابت میں موصول مرسوم کیا گیا ہے کیونکہ نون ساکنہ متصلہ لام ادغام کو واجب کرتی ہے پس یہاں نون مدغم کا حکم بھی جاری ہوتا ہے مثلاً الا تعلوا علیّ ۱۲۷ الا تعبدوا (۱۲۸) وغیرہ۔

قرآن میں دس مقامات کے علاوہ یہ موصول ہی لکھی جاتی ہے جہاں بھی آئے علامہ ارکاٹی نے کتاب میں ان دس مقامات کی نشاندہی کی ہے۔ جن میں سے دو مثالیں درج ذیل ہیں ان لاَ اَقُولَ عَلَى اللّٰهِ الاَّ الحَقَّ ۱۲۹ اور اَن لاَ يقُولُوا عَلَى اللّٰهِ الاَّ الحَقَّ ۱۳۰ لیکن سورۃ انبیاء میں وارد اَن لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اَنتَ سُبحٰنَکَ (۱۳۱) مختلف فیہ ہے اکثر نے اس کو قطع کر کے اور بعض نے موصول مرسوم کیا ہے۔ (۱۳۲)

عَمَّن کے بارے میں علامہ ارکاٹی نے یوں وضاحت کی ہے۔

(عَمَّن) المركب من (عن) الجاره و (مَن) الموصولة رسم موصولاً حيث وقع لِمَا مرَّ، الا فی موضعين فمقطوع، وهما: عَن مَن يشاءُ (۱۳۳) عَن مَن تولى (۱۳۴، ۱۳۵)

اسی انداز میں دیگر الفاظ کی وضاحت اس باب میں کی گئی ہے۔

مقالہ اول کا پانچواں اور آخری باب ہمزہ کے بیان میں ہے۔ اس باب میں دو فصول ہیں فصل اول ہمزہ رسم قیاسی اور دوسری غیر قیاسی کے بارے قائم کی گئی ہے۔

فصل اول رسم قیاسی کے آغاز میں آپ نے بیان کیا ہے:

جان لیجئے رسم الخط میں ہمزہ تین مقامات پر داخل ہوتا ہے۔ الفاظ کے شروع میں، وسط میں یا پھر آخر میں۔ (۱۳۶)

۱۔ ہمزہ ابتدائیہ

وہ ہمزہ جو الفاظ کے آغاز میں آتا ہے اس کے بارے فرماتے ہیں کہ وہ ہمزہ ہمیشہ الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے کیونکہ نہ تو یہاں تخفیف ہمزہ کا موقع ہے اور نہ بلا وجہ تخفیف جائز ہے۔ لہٰذا ابتدا میں لکھے جانے والا ہمزہ اپنی اصلی صورت پر آتا ہے۔ جس کی کتاب سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

امر ۱۳۷ اسمعیل ۱۳۸ انزل (۱۳۹) وغیرہ (۱۴۰)

۲۔ ہمزہ متوسط

وہ ہمزہ جو الفاظ کے وسط میں آتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں جن کو کتاب میں بمع امثلہ بیان کیا گیا ہے۔ وسط میں آنے والا ہمزہ یا تو ساکن ہوتا ہے اور یا متحرک، ساکن ہونے کی صورت میں یہ اپنے ماقبل حرف کی حرکت کے مطابق لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ تخفیف کے لیے تبدیل ہوتا ہے۔

i۔ ہمزہ متوسط ساکنہ سے ماقبل حرف کی حرکت مفتوح ہو تو ہمزہ بصورت الف تحریر ہوتا ہے جیسے البأس (۱۴۱) یأخذ ۱۴۲، ۱۴۳

ii۔ ہمزہ متوسط ساکنہ سے ماقبل حرف کی حرکت کسرہ ہو تو رسم میں ہمزہ بصورت یاء مرسوم ہوتا ہے مثلاً جِئتَ (۱۴۴) بِئسَ (۱۴۵) وغیرہ

iii۔ ہمزہ متوسط ساکنہ سے ماقبل حرف مضموم ہو تو ہمزہ کو کتابت میں واو کی شکل میں لکھا جاتا ہے جیسے: المُؤمِنِيْنَ (۱۴۶) وَالمُؤتُوْنَ ۱۴۷ وغیرہ (۱۴۸)

علامہ ارکاٹی نے ہمزہ متوسط ساکنہ کی مختلف صورتوں کو بیان کرنے کے بعد ہمزہ متوسط متحرکہ کے اصول و ضوابط بھی بمعہ امثلہ بیان کیے ہیں۔

۳۔ ہمزہ اخیرہ

وہ ہمزہ جو الفاظ کے آخر میں آتا ہے اس کے بارے فرماتے ہیں۔ اگر ہمزہ اخیرہ سے ماقبل لفظ متحرک ہو تو اس بارے علمائے رسم اور لغت کا اتفاق ہے کہ ہمزہ کو ماقبل حرف کی حرکت کے مطابق لکھا جاتا ہے:

i۔ اگر ماقبل حرف کی حرکت فتح کی ہو تو ہمزہ متطرفہ الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے: بَدَا (۱۴۹)

ii۔ اگر ہمزہ اخیرہ کے ماقبل حرف کی حرکت کسرہ ہو تو کتابت میں بصورت یاء تحریر ہوتا ہے مثلاً قُرِیَ ئَ (۱۵۰)

iii۔ مضموم حرف سے بعد آنے والا ہمزہ اخیرہ واو کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے: لُؤلُؤ (۱۵۱)

اسی انداز میں علامہ ارکاٹی نے دیگر اصول و قواعد کو بیان کیا ہے۔ (۱۵۲)

فصل دوم غیر قیاسی خط کے بارے قائم کی گئی ہے علامہ ارکاٹی فرماتے ہیں:

اعلم ان الهمزة قدر سمت فى مواضع من القرآن العظيم على خلاف الاصول التى ذكرنا ها لوجوه اخرى، نذكر المسائل هنا اجمالاً، معراةً عن الدلائل...(۱۵۳)

بعد ازاں کتابت مصاحف میں جن مقامات پر ہمزہ کا رسم غیر قیاسی ہے ان مسائل کو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

حذف الهمزالساكن اللازم المكسور ما قبلها فى (وَرِ ءيا) فى سورة مريم (۷۴) فانها كتبت بياءٍ واحدة، والقياس ان تكتب بياءَ ين۔(۱۵۴)

اسی طرز پر ہمزہ کے غیر قیاسی رسم کی دیگر مثالیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔

رسم کے اصول و قواعد کی اس بحث کا اختتام ایک مختصر فرع پر کیا گیا جو مصحف کی بیع و شراء پر مشتمل ہے۔

فن رسم پر تحریر شدہ علمی ذخیرہ میں نثر المرجان خصوصی اہمیت کی حامل کتاب ہے جس کا مقالہ اول اصول رسم موضوع بحث ہے یہاں اس مقالہ کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ نثر المرجان فن رسم پر جامع اور وقیع علمی مجموعہ ہے۔ اس کا حصہ اول جس کو مؤلف نے مقالہ اول کا نام دیا ہے رسم الخط کے اصول و قواعد پر محیط ہے اس جامع اور مبسوط علمی ذخیرہ میں رسم کے اصول و مبادیات پر روشنی ڈالی گئی ہے جبکہ کتاب کے باقی چھ اجزاء جن کو مؤلف نے مقالہ دوم کا نام دیا فرش الحروف پر مشتمل ہیں۔ پس وہ تمام

اصول و قواعد جن کو مقالہ اول میں اجاگر کیا گیا ہے، مقالہ دوم میں صراحت کے ساتھ ان قوانین کا اطلاق واضح کیا ہے۔

۲۔ اس مقالہ کی انفرادی خوبی شرح وبسط سے اصول رسم کی وضاحت ہے۔ ماقبل رسم پر لکھے گئے علمی ذخیرہ میں اس قدر وضاحت و فصاحت سے اصول و قوانین کو اجاگر نہیں کیا گیا جو کاوش علامہ ارکاٹی کی اس کتاب میں نظر آتی ہے۔

۳۔ اس مقالہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں اس موضوع پر لکھی گئی امہات کتب فن سے خاطر خواہ استفادہ کیا گیا ہے ۔قرانی رسم پر موجود ماقبل علمی ذخیرہ کو اس کتاب میں شرح و تہذیب کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔

۴۔ قواعد کی توضیح و تشریح میں مؤلف نے مصاحف عثمانیہ سے جابجا شواھد و امثلہ نقل کی ہیں جو قاری کے لیے ان قواعد کی تفہیم میں تسہیل کا باعث ہیں۔

۵۔ اصول و قواعد کے بیان میں علمائے سلف کے اقوال و آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مؤلف نے اکثر مقامات پر اپنی رائے کی تائید میں علمائے سلف کے اقوال نقل کیے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اصول و قواعد کی توضیح و تشریح میں علمائے رسم اور لغت کے مابین اختلافات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

۶۔ مؤلف نے اصول و قواعد کی تفصیلات کے ساتھ ساتھ جابجا جزئیات و فروعات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو اس مقالہ کی خصوصیات میں مزید اضافہ کا باعث ہیں۔

۷۔ حسن ترتیب کے اعتبار سے بھی یہ مقالہ اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔ مؤلف نے تمام اصول و قواعد ابواب و فصول میں بیان کیے ہیں۔ ہر قاعدہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور جن حروف پر وہ اصول و قواعد لاگو ہوتے ہیں ان کی الگ فصول بندی کرتے ہوئے ان پر منطبق ہونے والے احکامات کی وضاحت کی ہے، کہ کن صورتوں میں کیا احکام جاری ہوں گے اور کون سے الفاظ قرآنیہ کس مقام پر ان اصول و قواعد کی قیود سے مستثنیٰ شمار کیے گئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالحی لکھنوی، نزھۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، دار ابن حزم للطباعۃ والنشر و التوزیع، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ، ۷/۱۱۰۲۔۱۱۰۳؛ المرصفی، الشیخ عبدالفتاح السید عجمی، ھدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری، مکتبہ طیبہ ،مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیہ، ۲/۷۱۵تا۷۱۷

۲۔ نزھۃ الخواطر، ۷/۱۱۰۳، ۱۱۰۲

۳۔ ایضاً

۴۔ ارکاٹی، محمد غوث، نثر المرجان فی رسم نظم القرآن، مطبع حیدر آباد، دکن، س ن، ص ۳۰

۵۔ نثر المرجان، ۱/۱۸

۶۔ ایضاً، ۱/۴

۷۔ ایضاً، ۱/۸

۸۔ ایضاً، ۱/۸

۹۔ ایضاً، ۱/۱۰

۱۰۔ ایضاً، ۱/۱۰

۱۱۔ ایضاً، ۱/۱۱

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً، ۱/۱۲

۱۶۔ ابو عبید قاسم بن سلام، فضائل القرآن، دار ابن کثیر، دمشق، ۱۴۱۵ھ، ص ۳۹۲؛ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، الفاروق الحدیثۃ، قاھرہ، ۱۴۲۳ھ، ص ۳۹۱؛ نثر المرجان، ۱/۱۲

۱۷۔ نثر المرجان، ۱/۱۳

۱۸۔ ایضاً، ۱/۱۶

۱۹۔ ایضاً، ۱/۱۷

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ دانی، ابو عمرو عثمان بن سعید، المقنع فی رسم مصاحف الامصار و نقطہا، تحقیق، فرغلی سید عرباوی، الفاروق الحدیثۃ للطباعۃ والنشر، قاھرہ، ۱۴۹۲ھ، ص ۶۹تا۱۸۲

۲۲۔ زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، ، دار الحدیث قاھرہ، ۱۴۲۷ھ، ص ۲۵۸تا۲۸۹

۲۳۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ، دار الکتب العربی، بیروت، ۲۰۰۷ئ، ص ۸۳۰

۲۴۔ ابن عقیلہ، محمد بن احمد، الزیادۃ والاحسان فی علوم القرآن، ، مرکز تفسیر للدراسات القرآنیہ، ریاض، ۲۰۰۱ئ، ۲/۴۵۱

۲۵۔ نثر المرجان، ۱/۲۰

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ الانبیائ ۲۱: ۸۷

۲۹۔ الفرقان ۲۵ : ۴۳

الأضواء ۳۲:۴۸

۳۰۔ المومنون ۲۳ : ۹۱
۳۱۔ نثر المرجان، ۲۱/۱
۳۲۔ ایضاً، ۲۶/۱
۳۳۔ النحل ۱۶: ۹۸
۳۴۔ الحجر ۱۵: ۱۷
۳۵۔ نثر المرجان، ۲۷/۱
۳۶۔ النحل ۱۶: ۹۹
۳۷۔ النجم ۵۳: ۲۳
۳۸۔ النحل ۱۶ : ۱۰۰
۳۹۔ نثر المرجان ۲۷/۱
۴۰۔ ایضاً
۴۱۔ البقرۃ ۲: ۲۵۱
۴۲۔ التکویر ۸۱:۸
۴۳۔ الشعراء ۲۶: ۲۲۴
۴۴۔ آل عمران ۳: ۱۵۳
۴۵۔ التوبہ ۹: ۱۹
۴۶۔ الاسراء ۱۷ : ۷
۴۷۔ البقرۃ ۲: ۲۵۵
۴۸۔ التوبۃ ۹: ۱۱۷
۴۹۔ آل عمران ۳: ۱۸۴
۵۰۔ البقرۃ ۲: ۶۱
۵۱۔ الرعد ۱۳: ۲۲
۵۲۔ نثر المرجان، ۴۴/۱، ۴۳
۵۳۔ الاسراء ۱۷: ۶۰
۵۴۔ یوسف ۱۲: ۱۰۰
۵۵۔ یوسف ۱۲: ۵
۵۶۔ نثر المرجان، ۴۵/۱
۵۷۔ ایضاً، ۴۶/۱
۵۸۔ الکھف ۱۸: ۳۱
۵۹۔ نثر المرجان، ۴۶/۱
۶۰۔ ایضاً، ۴۶/۱
۶۱۔ مریم ۱۹: ۷۴
۶۲۔ البقرہ ۲:۴۰
۶۳۔ نثر المرجان، ۴۸/۱
۶۴۔ المائدہ ۵: ۱۱۱
۶۵۔ نثر المرجان، ۴۸/۱
۶۶۔ البقرۃ ۲: ۲۵۸
۶۷۔ الفرقان ۲۵: ۴۹
۶۸۔ النسائی ۴: ۱۸
۶۹۔ نثر المرجان، ۴۸/۱
۷۰۔ ایضاً، ۵۵/۱
۷۱۔ نثر المرجان، ۶۱/۱
۷۲۔ البقرۃ ۲: ۹
۷۳۔ التوبہ ۹: ۶۷
۷۴۔ آل عمران ۳: ۱۰۶
۷۵۔ نثر المرجان، ۶۱/۱
۷۶۔ البقرہ ۲: ۵
۷۷۔ النسائی ۹۱:۴
۷۸۔ البقرہ ۲: ۲۶۹
۷۹۔ نثر المرجان، ۶۵/۱
۸۰۔ الاعراف ۷: ۱۴۵
۸۱۔ الانبیائ ۲۱:۷۳
۸۲۔ نثر المرجان، ۶۵/۱
۸۳۔ الاعراف ۷: ۱۰۳
۸۴۔ یونس ۱۰:۸۳
۸۵۔ نثر المرجان، ۶۵/۱

۸۶۔ الذاریات۵۱: ۴۷

۸۷۔ القلم۶۸: ۶

۸۸۔ نثر المرجان، ۱/ ۶۶،۶۷

۸۹۔ نثر المرجان، ۱/ ۶۸

۹۰۔ البقرۃ۲: ۳

۹۱۔ البقرۃ۲: ۸۵

۹۲۔ البقرۃ۲: ۴۳

۹۳۔ البقرۃ۲: ۲۷۵

۹۴۔ المقنع، ص ۱۲۰؛ نثر المرجان، ۱ /۶۸

۹۵۔ رضی، محمد بن الحسن، شرح شافیہ ابن حاجب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، ۱۹۷۵ئ، ۳/ ۳۳۳؛ نثر المرجان، ۱/ ۶۹

۹۶۔ آل عمران ۳: ۷۳

۹۷۔ النساء۴ : ۱۳۵

۹۸۔ حم السجدۃ۴۱: ۱۷

۹۹۔ البقرۃ۲: ۲

۱۰۰۔ حم السجدۃ۴۱: ۴۴

۱۰۱۔ الانبیائ۲۱: ۶۰

۱۰۲۔ سبا۳۴: ۱۸

۱۰۳۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۰

۱۰۴۔ ایضاً

۱۰۵۔ البقرہ۲: ۸۵

۱۰۶۔ الاسرائ۱۷: ۶۰

۱۰۷۔ المائدہ۵: ۳۲

۱۰۸۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۰

۱۰۹۔ مریم۱۹: ۱۲

۱۱۰۔ طہٰ۲۰: ۷۴

۱۱۱۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۲

۱۱۲۔ ایضاً، ۱/ ۷۷

۱۱۳۔ البقرہ۲: ۲

۱۱۴۔ الفاتحہ۱: ۲

۱۱۵۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۷

۱۱۶۔ البقرہ۲: ۳۳

۱۱۷۔ البقرہ۲: ۵۵

۱۱۸۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۷

۱۱۹۔ المائدہ۵: ۱۱۶

۱۲۰۔ البقرۃ۲: ۲۵۸

۱۲۱۔ البقرۃ۲: ۲۸۵

۱۲۲۔ البقرۃ۲: ۲۸

۱۲۳۔ یٰس۳۶: ۱

۱۲۴۔ الاعراف۷: ۱

۱۲۵۔ الشوریٰ۴۲: ۱،۲

۱۲۶۔ نثر المرجان، ۱/ ۷۸

۱۲۷۔ النمل۲۷: ۳۱

۱۲۸۔ ھود۲: ۱۱

۱۲۹۔ الاعراف۷ : ۱۰۵

۱۳۰۔ الاعراف۷ :۱۶۹

۱۳۱۔ الانبیاء۲۱: ۸۷

الأضواء ۴۸: ۳۲

۱۳۲۔ نثر المرجان، ۷۹/۱

۱۳۳۔ النور ۲۴: ۴۳

۱۳۴۔ النجم ۵۳: ۲۹

۱۳۵۔ نثر المرجان، ۸۱/۱

۱۳۶۔ ایضاً، ۸۴/۱

۱۳۷۔ البقرۃ ۲: ۲۷

۱۳۸۔ ابراھیم ۱۴: ۳۹

۱۳۹۔ البقرۃ ۲: ۴

۱۴۰۔ نثر المرجان، ۸۴/۱

۱۴۱۔ البقرۃ ۲: ۱۷۷

۱۴۲۔ الکھف ۱۸: ۷۹

۱۴۳۔ نثر المرجان، ۸۵/۱

۱۴۴۔ البقرۃ ۲: ۱۷

۱۴۵۔ ھود ۱۱: ۹۹

۱۴۶۔ البقرۃ ۲: ۲۲۳

۱۴۷۔ النسائ ۴: ۱۶۲

۱۴۸۔ نثر المرجان، ۸۵/۱

۱۴۹۔ العنکبوت ۲۹: ۲۰

۱۵۰۔ الاعراف ۷: ۲۰۴

۱۵۱۔ الطور ۵۲ : ۲۴

۱۵۲۔ نثر المرجان، ۸۷/۱تا۸۸

۱۵۳۔ ایضاً، ۸۸/۱

۱۵۴ ۔ ایضاً